

Aarzoun Ki Fasal

[وقت کے ساتھ حالات بدلتے رہتے ہیں۔ آنے والے کل کے بارے کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ دادا، دادی کے فوت ہوتے ہی ہمارے پیار کی دنیا میں بھی بھونچال آ گیا، گویا جن دھاگوں میں رشتوں کے موتی پروئے ہوئے تھے وہ ٹوٹ گئے اور خاندان کا شیرازہ بکھر گیا۔ اب جائیداد کے تنازعے نے سر اٹھایا۔ والد صاحب اور چچا جان میں ٹیہی جدائی پڑ گئی اور ہمارا گھر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ صحن کے بیچ دیوار اٹھا دی گئی۔ بڑوں کے اختلاف کی سزا ہم بچوں کو ملنے لگی۔ ہم جو بچپن سے ایک صحن میں کھیل کر جوان ہوئے تھے، جدا کر دیئے گئے۔ جائیداد کا تنازعہ برسوں چلا۔ اس دوران میں، شمل بھائی اور نازو، دکھ اور اذیت کی سولی پر لٹکتے رہے۔ ہمیں آپس میں بات کرنے تک کی اجازت نہ تھی۔ بھائی شمل کی منگنی نازو سے ہو چکی تھی۔ تنازعے کو سولہ سال ہو گئے تو والد نے بیٹے کی شادی کسی اور لڑکی سے کرنا چاہی، مگر بھائی کسی صورت راضی نہ ہوئے۔ ہمیں ایک کر دینے کے منصوبے بھی بزرگوں نے بنائے تھے اور اب ہمارے پیار کی جوت کو بجھانے میں بھی وہی پیش پیش تھے۔ نازو نے گھر والوں کی ہر زیادتی جبر اور دباؤ کو برداشت کیا لیکن ہتھیار نہ ڈالے، وہ کسی اور سے شادی پر آمادہ نہ ہوئی۔ اسے یقین تھا کہ تنازعہ ختم ہو جائے گا اور ہم ایک ہو جائیں گے۔ ہماری دعائیں قبول ہوئیں، سارے جھگڑے سمٹ گئے۔ قدرت نے خود ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ ٹوٹے ہوئے رشتے تجدید پاگئے اور نازو اور شمل بھائی کی شادی کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ سوکھے دھانوں پانی پڑ گیا۔ امیدوں کی خزاں رسیدہ کھیتی لہلہانے لگی۔ نازو بھا بھی بن کر ہمارے گھر آگئے۔ برسوں کی اذیت ختم ہوئی اور بھائی کی زندگی حسین سننے میں ڈھل گئی۔ نازو کی قسمت اچھی تھی کہ اس سے شادی ہونے کے بعد شمل بھائی کے کاروبار میں خوب ترقی ہوئی۔ ہم نے ہنگلہ بنالیا اور گاڑیاں بھی خرید لیں۔ نازو کی زندگی میں خوشیاں ہی خوشیاں تھیں، کوئی کمی تھی تو بس یہ کہ ہمارا آنگن کسی معصوم بچے کی کلکاریوں کے بغیر سونا سونا تھا لیکن ہم قدرت سے نا امید نہ تھے کہ اللہ کے یہاں دیر بے اندھیر نہیں۔ چار سال تو انتظار میں نکل گئے۔ اب امی بہو کو لے کر ڈاکٹروں کے پاس پھر لے گئیں، علاج معالجے ہوئے، سیھی ڈاکٹر ز کہتے کہ ان میں کوئی طبی نقص نہیں ہے۔ اللہ کی طرف سے دیر ہے۔ کسی نہ کسی دن آپ لوگوں کی امید بر آئے گی اور ان کی گود ہری ہو جائے گی۔ ہم بھی اسی امید پر جی رہے تھے، یہاں تک کہ بھائی کی شادی کو سات برس گزر گئے اور ارزوؤں کی فصل خشک ہی رہی۔ نازو بھابھی نے بھی امید کا دامن چھوڑ دیا۔ کہتیں، انعم اتنے برس اولاد نہ ہوئی تو اب کیا ہو گی۔ شاید یہ خوشی ہماری قسمت میں نہیں... اس نے علاج معالجہ کرانا بھی ترک کر دیا۔ جب سے وہ ناامید ہوئی، اس کو گھن لگ گیا۔ ہر وقت چپ چاپ رہتی۔ اولاد کی کمی تو بھائی بھی محسوس کرتے تھے لیکن وہ مرد تھے، ان کے لئے باہر کی بھری پری دنیا موجود تھی۔ وہ سارا دن باہر گزار کر گھر آتے، کھانا کھاتے اور نیند کی آغوش میں چلے جاتے لیکن نازو گھر میں اکیلی رہنے کی وجہ سے تنہائی کے عذاب سے دوچار تھی۔ وہ اب گھر کی دیواروں سے باتیں کرتی تھی۔ میری شادی ہو گئی تھی میں اپنے گھر اور بال بچوں میں مصروف تھی۔ اولاد کی پیاس بھی کیا چیز ہے یہ تو کوئی ممتا سے پوچھے جبکہ امی جان کو بھی آنگن کا سونا پن کا کائے کو دوڑتا تھا۔ نازو کو گھل گھل کر مرتے دیکھ شمل بھائی بھی فکر مند رہنے لگے۔ سوچا اس کا کوئی حل نکالنا چاہئے۔ میں نے کہا۔ آپ لوگ کسی بچے کو گودے لے لیں۔ اس پر نازو بولی۔ کس کا بچہ؟ کون ماں ہو گی جو اپنی گود خالی کر کے میری جھولی بھر دے۔ اس کا کہنا درست تھا۔ ہم کافی دن تک اسپتالوں، یتیم خانوں اور لاوارثوں کے نشیمن میں مارے مارے پھرے مگر ہمیں کوئی ایسا بچہ نہ ملا جس کو ہم گود لے سکتے۔ اس روز ہم نازو کی خالہ کے گھر جارہے تھے، جنہوں نے نوین بچی کو جنم دیا تھا۔ ان کے میاں کی تنخواہ اتنی کم تھی کہ وہ اپنے بچوں کو پیٹ بھر کھانا نہیں کھلا سکتی تھیں۔ غربت کے سبب ادھے پیٹ بھو کے رہنے تھے۔ یہ قدرت کی شان کہ جہاں بچوں کی ضرورت نہ تھی، وہاں یہ نعمت برس رہی تھی اور ایک ہم تھے کہ ہمارے بھائی اور بھا بھی ایک بچے کو ترس رہے تھے۔ صبح کا وقت تھا۔ ٹریفک کا ہلکا ہلکا رگڑا تھا۔ ہماری گاڑی آہستہ رفتار سے چل رہی تھی۔ نازو میرے ساتھ بیٹھی تھی۔ اچانک سامنے والی گلی سے دو بچے نکلے اور سڑک پر آگئے۔ صبح کے وقت ہر کسی کو اپنی منزل پر پہنچنے کی جلدی ہوتی ہے لیکن اس ویگن والے کو کچھ زیادہ جلدی تھی، اس نے ہماری گاڑی کو اوور ٹیک کیا اسی لمحے بچے دوڑتے ہوئے ویگن کے عین سامنے آگئے۔ میری بھابھی ان بچوں کی معصوم صورتوں کو دیکھ رہی تھی۔ وہ ان کی معصومیت میں کھوئی ہوئی تھی کہ اچانک ان کی خوفزدہ چیخیں فضا میں بلند ہوئیں۔ نازو نے اپنے چہرے پر ہاتھ رکھ لئے۔ وہ یہ نظارہ نہیں دیکھ سکیں۔ ویگن ان پھولوں کو روند کر جا چکی تھی اور اب سڑک پر خون ہی خون بکھر ہوا تھا۔ لمحہ بھر کو شمل بھائی نے گاڑی روکنا چاہی مگر اطراف سے لوگوں کا ہجوم اکٹھا ہونے لگا تو انہیں گاڑی آگے بڑھانا پڑی۔ میں جانتی تھی کہ نازو اس معاملے میں کتنی حساس ہے لہذا بھائی نے یہی مناسب سمجھا کہ جائے حادثہ کے قریب رکنے سے بہتر ہے، گاڑی کو آگے لے جائیں۔ وہ وہاں ٹھہر جاتے تو یقین تھا نازو ہی کو اسپتال میں داخل کروانا پڑتا۔ اس کی آنکھوں سے ابھی تک آنسو بہہ رہے تھے اور وہ بڑ بڑا رہی تھی۔ آہ! کتنے پیارے بچے تھے، کتنے پیارے خوبصورت تھے۔ ماں نے چائو سے، بال سنوار کر اور اگلے xax0 یونیفارم پہنا کر انہیں اسکول روانہ کیا تھا۔ اس روز ہم خالہ کے گھر جانے کی بجائے رستے سے ہی مڑ کر واپس آگئے کیونکہ اس بھیانک حادثے کو دیکھ کر ہم لوگوں کی حالت نارمل نہ رہی تھی۔ نازو تو گھر آتے ہی بستر پر گر گئی تھی۔ اس کے بعد بھی کافی دن افسردہ رہی۔ اس کی نگاہوں میں انہی بچوں کی شکلیں گھومتی رہتی تھیں۔ یہ جمعہ کا دن تھا۔ اس روز چھٹی تھی۔ میں نے پوچھا۔ تم خالہ کی بچی کو گودے لے رہی تھیں، اس پروگرام کا کیا بنا؟ وہ بولی۔ چلو آج چلتے ہیں، ہم سب تیار ہو کر خالہ کے گھر چل دیئے۔ ان کی پیاری سی منی کو گود میں بھر کر وہ اتنی مسرور ہوئی کہ دنیا کا ہر غم بھول گئی۔ خالہ آپ کیا کہتی ہیں، میں آج لے جاتوں اس کو؟ آج نہیں نازو۔ آج اس کو بخار چڑھا ہے، اس کی طبیعت اچھی نہیں، تم سے سنبھالی نہ جائے گی۔ ذرا اس کی طبیعت ٹھیک ہو جائے پھر لے جانا۔ نازو بچہ گئی۔ اس نے پوچھا۔ پھر کب خالہ! ایک ماہ بعد۔ خالہ نے جواب دیا۔ واپسی میں نازو ٹوٹے ہوئے لہجے میں مجھ سے پوچھ رہی تھی۔ اللہ جانے ایسا کیوں ہوتا ہے؟ کہیں تو اتنے بچے کہ ماں باپ انہیں پیٹ بھر کھلا نہیں سکتے اور نہیں ہم جیسے ترس رہے ہیں۔ نازو صبر کرو۔ خدا بہتر کرے گا۔ بس دعا کرو کہ وہ ہم کو کسی آزمائش میں نہ ڈالے۔ ہم ایسے ہی ٹھیک ہیں۔ میں نے اس کا ہاتھ نرمی سے اپنے ہاتھ میں لے کر دبا دیا۔ اس کی آنکھیں بھینگ گئی تھیں۔ میں اس کے دل کی کسک کو محسوس کر سکتی تھی۔ میں نے کہا۔ تم افسردہ مت رہا کرو۔ میں تم کو اداس دیکھ کر بے چین ہو جاتی ہوں۔ وہ بولی۔ میں چھوٹی سی تھی، تب بھی اداس رہتی تھی۔ تم بہنیں آپس میں کھیلنے، تو

لئے دوسری شادی کی ہے بیٹے سے مل جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ میری محبوب بیوی کی نشانی ہے۔ مجبوراً والدین کے
ورنہ میں تو نازو کے بعد سے خود کو اکیلا ہی محسوس کرتا ہوں۔ خدا سے جنت میں جگہ دے وہ یہاں
بھی اکیلی تھی اور کیا جانوں کہ وہاں بھی اکیلی ہو۔!]